مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

# فہرست

## زکوٰۃ

بسم الله الرحمن الرحیم

# زکوٰۃ

## زکوٰۃ کی اہمیت

برادرانِ اسلام! نماز کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رُکن زکوٰۃ ہے۔ عام طور پر چونکہ عبادات کے سلسلہ میں نماز کے بعد روزے کا نام لیا جاتا ہے، اس لیے لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ نماز کے بعد روزے کا نمبر ہے۔ مگر قرآن مجید سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نماز کے بعد سب سے بڑھ کر زکوٰۃ کی اہمیت ہے۔ یہ دو بڑے ستون ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اس کے ہٹنے کے بعد اسلام قائم نہیں رہ سکتا۔

## زکوٰۃ کے معنی

زکوٰۃ کے معنی ہیں پاکی اور صفائی کے۔ اپنے مال میں سے ایک حصہ حاجت مندوں اور مسکینوں کے لیے نکالنے کو زکوٰۃ اس لیے کہا گیا ہے کہ اس طرح آدمی کا مال، اور اس مال کے ساتھ خود آدمی کا نفس بھی پاک ہو جاتا ہے۔ جو شخص خدا کی بخشی ہوئی دولت میں سے خدا کے بندوں کا حق نہیں نکالتا اس کا مال ناپاک ہے، اور مال کے ساتھ اس کا نفس بھی ناپاک ہے۔ کیونکہ اُس کے نفس میں احسان فراموشی بھری ہوئی ہے۔ اس کا دل اتنا تنگ ہے، اتنا خود غرض ہے، اتنا زر پرست ہے کہ جس خدا نے اس کو حقیقی ضروریات سے زیادہ دولت دے کر اس پر احسان کیا، اس کے احسان کا حق ادا کرتے ہوئے بھی اُس کا دل دُکھتا ہے۔ ایسے شخص سے کیا اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ دنیا میں کوئی نیکی بھی خدا کے واسطے کر سکے گا، کوئی قربانی بھی محض اپنے دین و ایمان کی خاطر برداشت کرے گا۔ لہٰذا ایسے شخص کا دل بھی ناپاک اور اس کا وہ مال بھی ناپاک جسے وہ اس طرح جمع کرے۔

## زکوٰۃ، ایک امتحان

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا فرض عائد کر کے ہر شخص کو امتحان میں ڈالا ہے۔ جو شخص بخوشی اپنے ضرورت سے زیادہ مال میں سے خدا کا حق نکالتا ہے اور اس کے بندوں کی مدد کرتا ہے وہی اللہ کے کام کا آدمی ہے اور وہی اس لائق ہے کہ ایمانداروں کی جماعت میں اس کا شمار کیا جائے۔ اور جس کا دل اتنا تنگ ہے کہ وہ اتنی ذرا سی قربانی بھی خداوندِ عالم کے لیے برداشت نہیں کر سکتا، وہ اللہ کے کسی کام کا نہیں۔ وہ ہرگز اس لائق نہیں کہ اہلِ ایمان کی جماعت میں داخل کیا جائے۔ وہ تو ایک سڑا ہوا عضو ہے جسے جسم سے الگ ہی کر دینا بہتر ہے ورنہ سارے جسم کو سڑا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سرکارِ رسالت مآب ﷺ کی وفات کے بعد جب عرب کے بعض قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو جناب صدیقِ اکبرؓ نے ان سے اُس طرح جنگ کی جیسے کافروں سے کی جاتی ہے، حالانکہ وہ لوگ نماز پڑھتے تھے اور خدا اور رسول کا اقرار کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بے کار ہیں، کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

## تمام انبیاءؑ کی اُمتوں پر زکوٰۃ کی فرضیت

قرآن مجید اُٹھا کر دیکھیے۔ آپ کو نظر آئے گا کہ قدیم زمانہ سے تمام انبیاءؑ کی اُمتوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم لازمی طور پر دیا گیا ہے، اور دین اسلام کبھی کسی نبی کے زمانے میں بھی اِن دو چیزوں سے خالی نہیں رہا۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کے انبیاءؑ کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۤءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۙ

(الانبیاء: ۷۳)

”ہم نے اُن کو انسانوں کا پیشوا بنایا۔ وہ ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔ ہم نے وحی کے ذریعہ سے ان کو نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی تعلیم دی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔“

سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ○ (مریم: ۵۵)

"وہ اپنے لوگوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اللہ کے نزدیک برگزیدہ تھے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے دعا کی کہ خدایا ہمیں اس دنیا کی بھلائی بھی عطا کر اور آخرت کی بھلائی بھی۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ جواب میں ارشاد ہوا:

عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ○ ۚ (الاعراف: ۱۵۶)

"میں اپنے عذاب میں جسے چاہوں گا گھیر لوں گا اگرچہ میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ مگر اس رحمت کو میں انہی لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو مجھ سے ڈریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور ہماری آیات پر ایمان لائیں گے۔"

حضرت موسیٰؑ کی قوم چونکہ چھوٹے دل کی تھی اور روپے پر جان دیتی تھی جیسا کہ آج بھی یہودیوں کا حال آپ دیکھتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اتنے جلیل القدر پیغمبر کی دعا کے جواب میں صاف فرما دیا کہ تمہاری امت اگر زکوٰۃ کی پابندی کرے گی تب تو اس کے لیے میری رحمت کا وعدہ ہے، ورنہ ابھی سے صاف سن رکھو کہ وہ میری رحمت سے محروم ہو جائے گی اور میرا عذاب اسے گھیر لے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے بعد بھی بار بار بنی اسرائیل کو اس بات پر تنبیہ کی جاتی رہی۔ بار بار اُن سے عہد لیے گئے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی کریں (سورۂ بقرہ، رکوع ۱۰)۔ یہاں تک کہ آخر میں صاف نوٹس دے دیا گیا کہ:

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ. (المائدة: ۱۲)

"یعنی اللہ نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل، میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور جو رسول آئیں ان کی مدد کرو اور اللہ کو قرضِ حسن دو تو میں تمہاری برائیاں تم سے دور کر دوں گا۔"

رسول اللہ ﷺ سے پہلے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ سو ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کا ساتھ ساتھ حکم دیا، جیسا کہ سورۂ مریم میں ہے:

وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ (مریم: ۳۱)

"اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت دی جہاں بھی میں ہوں اور مجھے ہدایت فرمائی کہ نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دیتا رہوں جب تک زندہ رہوں۔"

اِس سے معلوم ہوگیا کہ دینِ اسلام ابتدا سے ہر نبی کے زمانہ میں نماز اور زکوٰۃ کے اِن دو بڑے ستونوں پر قائم ہوا ہے، اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ خدا پر ایمان رکھنے والی کسی امت کو بھی ان دو فرضوں سے معاف کیا گیا ہو۔

## امتِ مسلمہ پر زکوٰۃ کی فرضیت

اب دیکھیے کہ حضرت رسولِ کریم ﷺ کی شریعت میں یہ دونوں فرض کس طرح ساتھ ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کھولتے ہی سب سے پہلے جن آیات پر آپ کی نظر پڑتی ہے وہ کیا ہیں؟ یہ کہ:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝

(البقرۃ: ۱-۳)

"یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ پرہیز گاروں کو دنیا میں زندگی کا سیدھا راستہ بتاتا ہے، اور پرہیز گار وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے اُن کو دیا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔"

پھر فرمایا:

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

"ایسے ہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں اور فلاح ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے۔"

یعنی جن میں ایمان نہیں اور جو نماز اور زکوٰۃ کے پابند نہیں وہ نہ ہدایت پر ہیں اور نہ

انھیں فلاح نصیب ہوسکتی ہے۔

اس کے بعد اسی سورۂ بقرہ کو پڑھتے جایئے۔ چند صفحوں کے بعد پھر حکم ہوتا ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ (البقرۃ:۴۳)

''نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو (یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو)۔''

پھر تھوڑی دُور آگے چل کر اسی سورہ میں ارشاد ہوا:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ:۱۷۷)

''نیکی محض اس کا نام نہیں ہے کہ مشرق یا مغرب کی طرف تم نے منہ کرلیا بلکہ نیکی اُس شخص کی ہے جس نے اللہ اور آخرت اور ملائکہ اور کتابِ الٰہی اور پیغمبروں پر ایمان رکھا اور اللہ کی محبت میں اپنے حاجتمند رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلوں پر اپنا مال خرچ کیا اور (قرض یا اسیری) سے گردنیں چھڑانے میں مدد دی اور نماز کی پابندی کی اور زکوٰۃ ادا کی۔ اور نیک لوگ وہ ہیں جو عہد کرنے کے بعد اپنے عہد کو پورا کریں اور مصیبت اور نقصان اور جنگ کے موقع پر صبر کے ساتھ راہِ حق پر ڈٹ جائیں۔ ایسے ہی لوگ سچے مسلمان ہیں اور ایسے ہی لوگ متقی و پرہیزگار ہیں۔''

پھر آگے دیکھیے، سورہ مائدہ میں کیا ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ

وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ○

(المائدۃ: ۵۵،۵۶)

’’مسلمانو! تمھارے حقیقی دوست اور مددگار صرف اللہ اور رسولؐ اور ایمان دار لوگ ہیں۔ یعنی ایسے لوگ جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور خدا کے آگے جھکتے ہیں۔ پس جو شخص اللہ اور رسولؐ اور ایماندار لوگوں کو دوست بنائے وہ اللہ کی پارٹی کا آدمی ہے اور اللہ کی پارٹی ہی غالب ہونے والی ہے۔‘‘

## اہلِ ایمان کی نشانی ـــــ نماز وزکوٰۃ

اس عظیم الشان آیت میں ایک بڑا قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے تو اس آیت سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ اہلِ ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ان دو ارکانِ اسلام سے جو لوگ رُوگردانی کریں اُن کا دعوائے ایمان ہی جھوٹا ہے۔ پھر اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ اور رسولؐ اور اہلِ ایمان کی ایک پارٹی ہے اور ایماندار آدمی کا کام یہ ہے کہ سب سے الگ ہو کر اسی پارٹی میں شامل ہو جائے۔ جو مسلمان اس پارٹی سے باہر رہنے والے کسی شخص کو خواہ وہ باپ ہو، بھائی ہو، بیٹا ہو، ہمسایہ یا ہم وطن ہو یا کوئی بھی ہو، اگر وہ اس کو اپنا دوست بنائے گا اور اس سے محبت اور مددگاری کا تعلق رکھے گا تو اسے یہ امید نہ رکھنی چاہیے کہ اللہ اس سے مددگاری کا تعلق رکھنا پسند فرمائے گا۔ سب سے آخر میں اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان کو غلبہ اُسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب وہ یکسو ہو کر اللہ اور رسولؐ اور صرف اہلِ ایمان ہی کو اپنا ولی، مددگار، دوست اور ساتھی بنائیں۔

## اسلامی اُخوّت کی بنیادیں

اب آگے چلیے۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے جنگ کا حکم دیا ہے اور مسلسل کئی رکوعوں تک جنگ ہی کے متعلق ہدایات دی ہیں۔ اس سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّيْنِ ط

(التوبہ: ۱۱)

’’پھر اگر وہ کفر و شرک سے توبہ کریں، ایمان لے آئیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو

وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔"

یعنی محض کفر و شرک سے توبہ کرنا اور ایمان کا اقرار کرلینا کافی نہیں ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ وہ واقعی کفر و شرک سے تائب ہوگئے ہیں اور حقیقت میں ایمان لائے ہیں، صرف اسی طرح مل سکتا ہے کہ وہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں۔ لہٰذا اگر وہ اپنے اس عمل سے اپنے ایمان کا ثبوت دے دیں تب تو تمھارے دینی بھائی ہیں، ورنہ ان کو بھائی نہ سمجھو اور ان سے جنگ بند نہ کرو۔

پھر آگے چل کر اسی سورے میں فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ط

(التوبہ: ۷۱)

"مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ولی اور مددگار ہیں، اور ان مومن مردوں اور عورتوں کی صفات یہ ہیں کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، بدی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، اور خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر اللہ رحمت کرے گا۔"

سن لیا آپ نے، کوئی شخص مسلمانوں کا دینی بھائی بن ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ اقرارِ ایمان کر کے عملاً نماز اور زکوٰۃ کی پابندی نہ کرے۔ ایمان، نماز اور زکوٰۃ یہ تین چیزیں مل کر ایمان داروں کی جماعت بناتی ہیں۔ جو لوگ ان تینوں کے پابند ہیں وہ اس پاک جماعت کے اندر ہیں اور انہی کے درمیان دوستی، محبت، رفاقت اور مددگاری کا تعلق ہے، اور جو ان کے پابند نہیں، وہ اس جماعت کے باہر ہیں، خواہ وہ نام کے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ ان سے دوستی، محبت اور رفاقت کا تعلق رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ تم نے اللہ کے قانون کو توڑ دیا اور اللہ کی پارٹی کو منتشر کر دیا، پھر تم دنیا میں غالب ہو کر رہنے کی امید کیسے کر سکتے ہو؟

اور آگے چلیے۔ سورۂ حج میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

## اللہ کی مدد کی شرائط

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

(الحج: ۴۰، ۴۱)

"اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے، اور اللہ زبردست قوت والا اور سب پر غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں حکومت بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے اور سب چیزوں کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

اس آیت میں مسلمانوں کو بھی وہی نوٹس دیا گیا ہے جو بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا۔ ابھی آپ کو سنا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کیا نوٹس دیا تھا، ان سے صاف فرما دیا تھا کہ میں اسی وقت تک تمھارے ساتھ ہوں جب تک تم نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے نبیوں کے مشن میں ان کا ساتھ دو گے۔ یعنی میرے قانون کو دنیا میں جاری کرنے کی کوشش کرتے رہو گے۔ جونہی تم نے اس کام کو چھوڑا پھر میں اپنا ہاتھ تمھاری مدد سے کھینچ لوں گا۔ ٹھیک یہی بات اللہ نے مسلمانوں سے بھی فرمائی ہے۔ ان سے صاف کہہ دیا ہے کہ اگر زمین میں طاقت حاصل کر کے تم نماز قائم کرو گے اور زکوٰۃ دو گے اور نیکیاں پھیلاؤ گے اور بدیوں کو مٹاؤ گے، تب تو میں تمھارا مددگار رہوں، اور جس کا میں مددگار رہوں اسے کون دبا سکتا ہے۔ لیکن اگر تم نے زکوٰۃ سے منہ پھیرا اور زمین میں حکومت حاصل کر کے نیکیوں کے بجائے بدیاں پھیلائیں اور بدیوں کے بجائے نیکیوں کو مٹانا شروع کیا اور میرا کلمہ بلند کرنے کے بجائے اپنا کلمہ بلند کرنے لگے، اور خراج وصول کر کے اپنے لیے زمین پر جنتیں بنانے ہی کو وراثت ارضی کا مقصود سمجھ لیا، تو سن رکھو کہ میری مدد تمھارے ساتھ نہ ہوگی۔ پھر شیطان ہی تمھارا مددگار رہ جائے گا۔

## مسلمانوں کو تنبیہ

اللہ اکبر! کتنا بڑا عبرت کا مقام ہے۔ جو دھمکی بنی اسرائیل کو دی گئی تھی، اس کو انھوں

نے خالی خولی زبانی دھمکی سمجھا اور اس کے خلاف عمل کرکے اپنا انجام دیکھ لیا کہ آج روئے زمین پر مارے مارے پھر رہے ہیں، جگہ جگہ سے نکالے جارہے ہیں اور کہیں ٹھکانا نہیں پاتے۔ کروڑہا کروڑ روپے کے کھتے ان کے پاس بھرے پڑے ہیں، دنیا کی سب سے زیادہ دولت مند قوم ہیں، مگر یہ روپیہ ان کے کسی کام نہیں آتا۔ نماز کے بجائے بدکاری اور زکوٰۃ کے بجائے سودخواری کا ملعون طریقہ اختیار کرکے انھوں نے خود بھی خدا کی لعنت اپنے اوپر مسلط کرالی اور اب اس لعنت کو لیے ہوئے طاعون کے چوہوں کی طرح دنیا بھر میں اسے پھیلاتے پھر رہے ہیں۔ پھر یہی دھمکی مسلمانوں کو دی گئی اور مسلمانوں نے اس کی کچھ پروانہ کرکے نماز اور زکوٰۃ سے غفلت کی، اور خدا کی بخشی ہوئی طاقت کو نیکیاں پھیلانے اور بدیوں کو مٹانے میں استعمال کرنا چھوڑ دیا۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو کہ حکومت کے تخت سے اتار کر پھینک دیے گئے، دنیا بھر میں ظالموں کا تختہ مشق بن رہے ہیں اور روئے زمین میں ہر جگہ ضعیف اور مغلوب ہیں۔ نماز اور زکوٰۃ کو چھوڑنے کا انجام بد تو دیکھ چکے۔ اب ان میں ایک جماعت ایسی پیدا ہوئی ہے جو مسلمانوں کو بے حیائی، فحش اور بدکاری میں مبتلا کرنا چاہتی ہے، اور ان سے کہہ رہی ہے کہ تمھارے افلاس کا علاج یہ ہے کہ بینک اور انشورنس کمپنیاں قائم کرو اور سودخواری شروع کردو۔ خدا کی قسم اگر انھوں نے یہ کیا تو وہی ذلت اور خواری ان پر مسلط ہوکر رہے گی جس میں یہودی مبتلا ہوئے ہیں اور یہ بھی خدا کی اُس لعنت میں گرفتار ہوجائیں گے جس نے بنی اسرائیل کو گھیر رکھا ہے۔

## زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام

برادرانِ اسلام! آئندہ خطبوں میں میں آپ کو بتاؤں گا کہ زکوٰۃ کیا چیز ہے، کتنی بڑی طاقت اللہ نے اس چیز میں بھردی ہے، اور آج جس رحمتِ خداوندی کو مسلمان ایک معمولی چیز سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں کتنی بڑی برکتیں رکھتی ہے۔ آج کے خطبے میں میرا مقصد آپ کو صرف یہ بتانا تھا کہ نماز اور زکوٰۃ کا اسلام میں کیا درجہ ہے۔ بہت سے مسلمان یہ سمجھتے ہیں اور ان کے مولوی ان کو رات دن یہ اطمینان دلاتے رہتے ہیں کہ نماز نہ پڑھ کر اور زکوٰۃ نہ دے کر بھی وہ مسلمان رہتے ہیں۔ مگر قرآن اس کی صاف الفاظ میں تردید کرتا ہے۔ قرآن کی رو سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی بے معنی ہے اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو۔ اسی بنا پر حضرت ابوبکرؓ نے

زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کو کافر سمجھ کر ان کے خلاف تلوار اُٹھائی تھی جیسا کہ میں ابھی آپ سے بیان کر چکا ہوں۔ صحابہ کرامؓ کو ابتدا میں شبہ تھا کہ آیا وہ مسلمان جو خدا اور رسولؐ کا اقرار کرتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے، اُن لوگوں کے زمرہ میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں جن پر تلوار اُٹھانے کا حکم ہے۔ مگر جب حضرت ابوبکرؓ، جن کو اللہ نے مقام نبوت کے قریب درجہ عطا فرمایا تھا، اپنی بات پر اڑ گئے اور انھوں نے اصرار کے ساتھ فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ اس زکوٰۃ میں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیا کرتے تھے، اونٹ باندھنے کی ایک رسی بھی روکیں گے تو میں ان پر تلوار اٹھاؤں گا، تو بالآخر تمام صحابہؓ کے دلوں کو اللہ نے حق کے لیے کھول دیا اور سب نے یہ بات تسلیم کر لی کہ زکوٰۃ سے انکار کرنے والے پر جہاد کرنا چاہیے۔ قرآن مجید تو صاف کہتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینا ان مشرکین کا کام ہے جو آخرت کے منکر ہیں۔

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ۝ (حٰمٓ سجدة: ۶، ۷)

’’تباہی ہے ان مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت سے منکر ہیں۔‘‘

●●●

# زکوٰۃ کی حقیقت

برادرانِ اسلام! پچھلے خطبے میں بیان کر چکا ہوں کہ نماز کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن زکوٰۃ ہے اور یہ اتنی بڑی چیز ہے کہ جس طرح نماز سے انکار کرنے والے کو کافر ٹھیرایا گیا ہے اسی طرح زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں کو بھی نہ صرف کافر ٹھیرا گیا بلکہ اُن پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق جہاد کیا۔

اب میں آج کے خطبے میں آپ کے سامنے زکوٰۃ کی حقیقت بیان کروں گا تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ یہ زکوٰۃ دراصل ہے کیا چیز، اور اسلام میں اس کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے۔

## اللہ کا تقرب کیسے حاصل ہوتا ہے؟

### ۱۔ عقل و دانش کا امتحان

آپ میں سے بعض لوگ تو ایسے سیدھے سادھے ہوتے ہیں جو ہر کس و ناکس کو دوست بنا لیتے ہیں، اور کبھی دوست بناتے وقت آدمی کو پرکھتے نہیں کہ وہ واقع میں دوست بنانے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ ایسے لوگ دوستی میں اکثر دھوکا کھا جاتے ہیں اور بعد میں ان کو بڑی مایوسیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ لیکن جو عقل مند لوگ ہیں وہ جن لوگوں سے ملتے ہیں اُن کو خوب پرکھ کر ہر طریقہ سے جانچ پڑتال کر کے دیکھتے ہیں، پھر جو کوئی ان میں سے سچا، مخلص، وفادار آدمی ملتا ہے صرف اسی کو دوست بناتے ہیں، اور بیکار آدمیوں کو چھوڑ دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر حکیم و دانا ہے۔ اس سے یہ امید کیسے کی جاسکتی ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کو اپنا دوست بنا لے گا، اپنی پارٹی میں شامل کرلے گا اور اپنے دربار میں عزت اور

قربت کی جگہ دے گا۔ جب انسانوں کی دانائی و عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ بغیر جانچے اور پرکھے کسی کو دوست نہیں بناتے تو اللہ، جو ساری دانائیوں اور حکمتوں کا سرچشمہ ہے، ناممکن ہے کہ وہ جانچنے اور پرکھنے کے بغیر ہر ایک کو اپنی دوستی کا مرتبہ بخش دے۔ یہ کروڑوں انسان جو زمین پر پھیلے ہوئے ہیں، جن میں ہر قسم کے آدمی پائے جاتے ہیں، اچھے اور برے، سب کے سب اس قابل نہیں ہو سکتے کہ اللہ کی اُس پارٹی میں، اس حزب اللہ میں شامل کر لیے جائیں جسے اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنی خلافت کا مرتبہ اور آخرت میں تقرب کا مقام عطا کرنا چاہتا ہے۔ اللہ نے کمال درجہ حکمت کے ساتھ چند امتحان، چند آزمائشیں، چند معیار جانچنے اور پرکھنے کے لیے مقرر کر دیے ہیں کہ انسانوں میں سے جو کوئی ان پر پورا اترے وہ تو اللہ کی پارٹی میں آ جائے اور جو ان پر پورا نہ اترے وہ خود بخود اس پارٹی سے الگ ہو کر رہ جائے، اور وہ خود بھی جان لے کہ میں اس پارٹی میں شامل ہونے کے قابل نہیں ہوں۔

یہ معیار کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ چونکہ حکیم و دانا ہے اس لیے سب سے پہلا امتحان وہ آدمی کی حکمت و دانائی کا ہی لیتا ہے۔ یہ دیکھتا ہے کہ اس میں سمجھ بوجھ بھی ہے یا نہیں؟ نرا احمق تو نہیں ہے؟ اس لیے کہ جاہل اور بیوقوف کبھی دانا اور حکیم کا دوست نہیں بن سکتا۔ جو شخص اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر پہچان لے کہ وہی میرا مالک اور خالق ہے، اس کے سوا کوئی معبود، کوئی پروردگار، کوئی دعائیں سننے اور مدد کرنے والا نہیں ہے، اور جو شخص اللہ کے کلام کو سن کر جان لے کہ یہ میرے مالک ہی کا کلام ہے کسی اور کا کلام نہیں ہو سکتا، اور جو شخص سچے نبی اور جھوٹے مدعیوں کی زندگی، ان کے اخلاق، ان کے معاملات، ان کی تعلیمات، ان کے کارناموں کے فرق کو ٹھیک ٹھیک سمجھے اور پہچان جائے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والوں میں سے فلاں ذات پاک تو حقیقت میں خدا کی طرف سے ہدایت بخشنے کے لیے آئی ہے، اور فلاں دجال ہے، دھوکا دینے والا ہے، ایسا شخص دانائی کے امتحان میں پاس ہو جاتا ہے۔ اور اس کو انسانوں کی بھیڑ بھاڑ سے الگ کر کے اللہ تعالیٰ اپنے پارٹی کے منتخب امیدواروں میں شامل کر لیتا ہے، باقی لوگ جو پہلے ہی امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں ان کو چھوڑ دیا جاتا ہے کہ جدھر چاہیں بھٹکتے پھریں۔

## ۲- اخلاقی قوت کی آزمائش

اس پہلے امتحان میں جو امیدوار کامیاب ہو جاتے ہیں، انھیں پھر دوسرے امتحان میں

شریک ہونا پڑتا ہے۔ اس دوسرے امتحان میں آدمی کی عقل کے ساتھ اس کی اخلاقی طاقت کو بھی پرکھا جاتا ہے، یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس آدمی میں سچائی اور نیکی کو جان کر اسے قبول کر لینے اور اس پر عمل کرنے کی، اور جھوٹ اور بدی کو جان کر اسے چھوڑ دینے کی طاقت بھی ہے یا نہیں؟ یہ اپنے نفس کی خواہشات کا، باپ دادا کی تقلید کا، خاندانی رسموں کا، دنیا کے عام خیالات اور طور طریقوں کا غلام تو نہیں ہے؟ اس میں یہ کمزوری تو نہیں ہے کہ ایک چیز کو خدا کی ہدایت کے خلاف پاتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ بری ہے، مگر پھر بھی اسی کے چکر میں پڑا رہتا ہے، اور دوسری چیز کو جانتا ہے کہ خدا کے نزدیک وہی حق اور پسندیدہ ہے مگر اس پر بھی اسے قبول نہیں کرتا؟ اس امتحان میں جو لوگ فیل ہو جاتے ہیں، انھیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی پارٹی میں لینے سے انکار کر دیتا ہے، اور صرف اُن لوگوں کو چنتا ہے جن کی تعریف یہ ہے کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ (البقرۃ: ۲۵٦) یعنی خدا کی ہدایت کے خلاف جو راستہ اور جو طریقہ بھی ہو، اسے وہ جرأت کے ساتھ چھوڑ دیں، کسی چیز کی پروا نہ کریں، اور صرف اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کے لیے تیار ہو جائیں خواہ اُس پر کوئی ناراض ہو یا خوش۔

## ۳۔ اطاعت و فرمانبرداری کی پرکھ

اس امتحان میں جو لوگ کامیاب نکلتے ہیں ان کو پھر تیسرے مرتبے کا امتحان دینا پڑتا ہے۔ اس درجے میں اطاعت اور فرمانبرداری کا امتحان ہے۔ یہاں حکم دیا جاتا ہے کہ جب ہماری طرف سے ڈیوٹی کی پکار بلند ہو تو اپنی نیند قربان کرو اور حاضر ہو۔ اپنے کام کاج کا حرج کرو اور آؤ۔ اپنی دلچسپیوں کو، اپنے فائدوں کو، اپنے لطف اور تفریح کو چھوڑو اور آ کر فرض بجالاؤ۔ گرمی ہو، جاڑا ہو، کچھ ہو، بہر حال جب فرض کے لیے پکارا جائے تو ہر مشقت کو قبول کرو اور دوڑتے ہوئے آؤ۔ پھر جب ہم حکم دیں کہ صبح سے شام تک بھوکے پیاسے رہو اور اپنے نفس کی خواہشات کو روکو، تو اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہونی چاہیے خواہ بھوک پیاس کی کیسی ہی تکلیف ہو اور چاہے لطیف کھانوں اور مزیدار شربتوں کے ڈھیر ہی سامنے کیوں نہ لگے ہوئے ہوں۔ جو لوگ اس امتحان میں کچے نکلتے ہیں ان سے بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ تم ہمارے کام کے نہیں ہو۔ انتخاب صرف ان لوگوں کا ہوتا ہے جو اس تیسرے امتحان میں پکے ثابت ہوتے ہیں۔ کیوں کہ صرف انھی سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ خدا کی طرف سے جو قوانین ان کے لیے بنائے جائیں گے اور جو ہدایات اُن کو دی جائیں گی، وہ خفیہ اور علانیہ، فائدے اور نقصان، راحت اور تکلیف ہر حال میں اُن کی پابندی کر سکیں گے۔

## ۴-مالی قربانی کی جانچ

اس کے بعد چوتھا امتحان مال کی قربانی کا لیا جاتا ہے۔ تیسرے امتحان کے کامیاب امیدوار ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ خدا کی ملازمت میں باقاعدہ لے لیے جائیں۔ ابھی یہ دیکھنا ہے کہ کہیں وہ چھوٹے دل کے پست ہمت، کم حوصلہ، تنگ ظرف تو نہیں ہیں؟ ان لوگوں میں سے تو نہیں ہیں جو محبت اور دوستی کے دعوے تو لمبے چوڑے کرتے ہیں مگر اپنے محبوب اور دوست کی خاطر جب گرہ سے کچھ خرچ کرنے کا وقت آتا ہے تو کہتے ہیں کہ "گرزر طلبی سخن درین ست؟" ان کا حال اُس شخص کا سا تو نہیں ہے جو زبان سے تو ماتا جی ماتا جی کہتا ہے، اور ماتا جی کی خاطر دنیا بھر سے جھگڑ بھی لیتا ہے، مگر جب وہی ماتا جی اس کے غلے کی ٹوکری یا اس کی سبزی کے ڈھیر پر منہ مارتی ہیں تو لٹھ لے کر ان کے پیچھے دوڑتا ہے، اور مار مار کر ان کی کھال اُڑا دیتا ہے؟ ایسے خود غرض، زر پرست، تنگ دل آدمی کو تو معمولی درجہ کا عقل مند انسان بھی دوست نہیں بناتا اور ایک بڑے دل والا انسان اس قسم کے ذلیل آدمی کو اپنے پاس جگہ دینا بھی پسند نہیں کرتا۔ پھر بھلا وہ بزرگ و برتر خدا، جو اپنے خزانے ہر آن اپنی بے حد و حساب مخلوق پر بے حد و حساب طریقہ سے لٹا رہا ہے، ایسے شخص کو اپنی دوستی کے قابل کب سمجھ سکتا ہے جو خدا کے دیے ہوئے مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے بھی جی چراتا ہو؟ اور وہ خدا، جس کی دانائی و حکمت سب سے بڑھ کر ہے، کس طرح اُس انسان کو اپنی پارٹی میں شامل کر سکتا ہے جس کی دوستی و محبت فقط زبانی جمع خرچ تک ہو، اور جس پر کبھی بھروسہ نہ کیا جا سکتا ہو؟ پس جو لوگ اس چوتھے امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں ان کو بھی صاف جواب دے دیا جاتا ہے کہ جاؤ، تمہارے لیے اللہ کی پارٹی میں جگہ نہیں ہے، تم بھی ناکارہ ہو، اور تم اس عظیم الشان خدمت کا بار سنبھالنے کے قابل نہیں ہو جو خلیفہ الٰہی کے سپرد کی جاتی ہے۔ اس پارٹی میں تو صرف وہ لوگ شامل کیے جا سکتے ہیں جو اللہ کی محبت پر جان، مال، اولاد، خاندان، وطن، ہر چیز کی محبت کو قربان کر دیں۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۵ۭ (ال عمران: ۹۲)

"تم نیکی کے مقام کو نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیزیں خدا کی راہ میں قربان نہ کرو جن سے تم کو محبت ہے۔"

## حزبُ اللہ کے لیے مطلوبہ اوصاف

### ۱-تنگ دل نہ ہوں

اِس پارٹی میں تنگ دلوں کے لیے جگہ نہیں ہے۔ اس میں تو صرف وہی لوگ داخل

ہو سکتے ہیں جن کے دل بڑے ہیں۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الحشر: ۹)

''جو لوگ دل کی تنگی سے بچ گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

## ۲- فراخ حوصلہ ہوں

یہاں تو ایسے فراخ حوصلہ لوگوں کی ضرورت ہے کہ اگر کسی شخص نے ان کے ساتھ دشمنی بھی کی ہو، ان کو نقصان اور رنج بھی پہنچایا ہو، اُن کے دل کے ٹکڑے بھی اڑا دیے ہوں، تب بھی وہ خدا کی خاطر اس کے پیٹ کو روٹی اور اس کے تن کو کپڑا دینے سے انکار نہ کریں، اور اس کی مصیبت کے وقت میں اس کی مدد سے دریغ نہ کریں۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النور: ۲۲)

''تم میں سے جو خوشحال اور صاحبِ مقدرت لوگ ہیں، وہ اپنے عزیزوں اور مساکین اور خدا کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچ لیں، بلکہ چاہیے کہ ان کو معاف کریں اور درگزر کریں، کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں بخشے؟ حالانکہ اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''[۱]

## ۳- عالی ظرف ہوں

یہاں اُن عالی ظرف لوگوں کی ضرورت ہے جو:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝

(الدھر: ۸،۹)

---

۱ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب حضرت ابوبکرؓ کے ایک عزیز نے آپ کی صاحب زادی حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے میں حصہ لیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ نے اس ناروا حرکت سے ناراض ہو کر اس کی مالی مدد بند کر دی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کانپ اُٹھے اور انہوں نے کہا کہ میں اپنے خدا کی بخشش چاہتا ہوں اور اُس شخص کی پھر مدد شروع کر دی جس نے ان کو اس قدر سخت رُوحانی اذیت پہنچائی تھی۔

''محض خدا کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم صرف خدا کے لیے تمھیں کھلا رہے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر یہ نہیں چاہتے۔''

### ۴- پاک دل ہوں

یہاں اُن پاک دل والوں کی ضرورت ہے جو خدا کی دی ہوئی دولت میں سے خدا کی راہ میں بہتر سے بہتر مال چھانٹ کر دیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ.

(البقرة: ۲٦۷)

''اے ایمان والو، تم نے جو مال کمائے ہیں اور جو رزق تمھارے لیے ہم نے زمین سے نکالا ہے اس میں سے اچھا مال راہِ خدا میں صرف کرو، برے سے برا چھانٹ کر نہ دو۔''

### ۵- تنگ دستی اور غربت میں بھی خرچ کریں

یہاں اُن بڑی ہمت والوں کی ضرورت ہے جو تنگدستی اور غربت و افلاس کی حالت میں بھی اپنا پیٹ کاٹ کر خدا کے دین کی خدمت اور خدا کے بندوں کی مدد میں روپیہ صرف کرنے سے دریغ نہیں کرتے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (ال عمران: ۱۳۳)

''اپنے پروردگار کی مغفرت اور اُس جنت کی طرف لپکو جس کی وسعت زمین و آسمان کے برابر ہے، اور جو تیار کر کے رکھی گئی ہے اُن پرہیزگاروں کے لیے جو خوش حالی اور تنگ حالی، دونوں حالتوں میں خدا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔''

### ٦- سخاوت پیشہ ہوں

یہاں اُن ایمان داروں کی ضرورت ہے جو سچے دل سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے گا وہ ضائع نہ ہوگا بلکہ خدا دنیا اور آخرت میں اس کا

بہترین بدل عطا فرمائے گا، اس لیے وہ محض خدا کی خوشنودی کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔ اس بات کی کوئی پروا نہیں کرتے کہ لوگوں کو ان کی فیاضی و سخاوت کا حال معلوم ہوا یا نہیں اور کسی نے ان کی بخشش کا شکریہ ادا کیا یا نہیں۔

وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ○ (البقرة: ۲۷۲)

"تم جو کچھ بھی راہِ حق میں خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لیے بھلائی ہے جب کہ تم اپنے اس خرچ میں خدا کے سوا کسی اور کی خوشنودی نہیں چاہتے۔ اس طرح جو کچھ بھی تم کارِ خیر میں صرف کرو گے اس کا پورا پورا فائدہ تم کو ملے گا اور تمہارے ساتھ ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا۔"

## ۷۔ ہر حال میں خدا کو یاد رکھیں

یہاں اُن بہادروں کی ضرورت ہے جو دولت مندی اور خوش حالی میں بھی خدا کو نہیں بھولتے، جن کو محلوں میں بیٹھ کر اور ناز و نعمت میں رہ کر بھی خدا یاد رہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ○

(المنفقون: ۹)

"اے ایمان والو! مال اور اولاد کی محبت تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کر دے۔ جو ایسا کرے گا خود وہ ٹوٹے میں رہنے والا ہے۔"

یہ اللہ کی پارٹی میں شامل ہونے والوں کی لازمی صفات ہیں۔ ان کے بغیر کوئی شخص خدا کے دوستوں میں شامل نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ انسان کے اخلاق ہی کا نہیں بلکہ اس کے ایمان کا بھی بہت کڑا اور سخت امتحان ہے۔ جو شخص خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے جی چراتا ہے، اس خرچ کو اپنے اوپر چٹی اور جرمانہ سمجھتا ہے، حیلوں اور بہانوں سے بچاؤ کی صورتیں نکالتا ہے، اور اگر خرچ کرتا ہے تو اپنی تکلیف کا بخار لوگوں پر احسان رکھ کر نکالنے کی کوشش کرتا ہے، یا یہ چاہتا ہے کہ اس کی سخاوت کا دنیا میں اشتہار دیا جائے، وہ دراصل خدا اور آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ گیا وہ ضائع ہو گیا۔ اس کو اپنا عیش، اپنا آرام، اپنی لذتیں، اپنے

فائدے اور اپنی ناموری، خدا سے اور اس کی خوشنودی سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اگر روپیہ صرف کیا جائے تو اسی دنیا میں ناموری اور شہرت ہونی چاہیے تاکہ اس روپے کی قیمت یہیں وصول ہو جائے۔ ورنہ اگر روپیہ بھی گیا اور کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ فلاں صاحب نے فلاں کارِ خیر میں اتنا مال صرف کیا ہے۔ تو گویا سب مٹی میں مل گیا۔ قرآن مجید میں صاف فرمادیا گیا ہے کہ اس قسم کا آدمی خدا کے کام کا نہیں، وہ اگر ایمان کا دعوٰی کرتا ہے تو منافق ہے۔ چنانچہ آیاتِ ذیل ملاحظہ ہوں:

## ۸- اِحسان نہ جتلائیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ (البقرۃ: ۲۶۴)

''اے ایمان لانے والو! اپنی خیرات کو احسان رکھ کر اور اذیّت پہنچا کر ضائع نہ کر دو اس شخص کی طرح جو محض لوگوں کو دکھانے اور نام چاہنے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا''۔

## ۹- مال جمع نہ کریں

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ (التوبۃ: ۳۴)

''جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کر کے رکھتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں سخت سزا کی بشارت دے دو''۔

## ۱۰- اللہ کی راہ میں رخصت طلب نہ کریں

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ (التوبۃ: ۴۴، ۴۵)

''اے نبیؐ! جو لوگ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو کبھی نہ چاہیں گے کہ

''اے نبیؐ! جو لوگ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو کبھی نہ چاہیں گے کہ انہیں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد میں حصہ لینے سے معاف رکھا جائے۔ اللہ اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے۔ معذرت صرف وہ لوگ طلب کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، جن کے دلوں میں شک ہے، اور وہ اپنے شک ہی میں متردد ہو رہے ہیں''۔

## ۱۱- راہِ خدا میں خوشدلی سے اطاعت کریں

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ○ (التوبۃ:۵۴)

''راہ خدا میں ان کے خرچ کیے ہوئے مال صرف اس لیے قبول نہیں کیے جاسکتے کہ وہ دراصل اللہ اور رسولؐ پر ایمان نہیں رکھتے۔ نماز کو آتے ہیں تو دل برداشتہ ہو کر اور مال خرچ کرتے ہیں تو ناک بھوں چڑھا کر''۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ (التوبۃ:٦٧)

''منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ وہ بدی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں۔ وہ خدا کو بھول گئے اور خدا نے ان کو بھلا دیا، یقیناً یہی منافقین فاسق ہیں''۔

## ۱۲- اِنفاق فی سبیل اللہ کو چٹی نہ سمجھیں

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا. (التوبۃ:۹۸)

''ان اعراب (یعنی منافقین) میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو راہ خدا میں خرچ کرتے بھی ہیں تو زبردستی کی چٹی سمجھ کر''۔

## ۱۳- بخیل نہ ہوں

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ

وَاَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ ۚ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ ۝ (محمد:۳۸)

"سن رکھو تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو راہ خدا میں خرچ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم میں سے بہت سے لوگ بخل کرتے ہیں۔ اور جو کوئی اس کام میں بخل کرتا ہے وہ خود اپنے ہی لیے بخل کرتا ہے۔ اللہ تو غنی ہے تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اگر تم نے خدا کے کام میں خرچ کرنے سے منہ موڑا تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے"۔

برادران اسلام یہ ہے اس زکوٰۃ کی حقیقت جو آپ کے دین کا ایک رکن ہے۔ اس کو دنیا کی حکومتوں کے ٹیکسوں کی طرح محض ایک ٹیکس نہ سمجھیے بلکہ دراصل یہ اسلام کی روح اور اس کی جان ہے۔ یہ حقیقت میں ایمان کا امتحان ہے۔ جس طرح درجہ بدرجہ امتحانات دے کر آدمی ترقی کرتا ہے، یہاں تک کہ آخری امتحان دے کر گریجویٹ بنتا ہے، اسی طرح خدا کے ہاں بھی کئی امتحان ہیں، جن سے آدمی کو گزرنا پڑتا ہے۔ اور جب وہ چوتھا امتحان، یعنی مال کی قربانی کا امتحان کامیابی کے ساتھ دے دیتا ہے تب وہ پورا مسلمان بنتا ہے۔ اگرچہ یہ آخری امتحان نہیں ہے، اس کے بعد زیادہ سخت امتحان جان کی قربانی کا آتا ہے جسے میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ لیکن اسلام کے دائرے میں یا بالفاظ دیگر اللہ کی پارٹی میں آنے کے لیے داخلہ کے جو امتحانات مقرر کیے گئے ہیں ان میں سے یہ آخری امتحان ہے۔ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ خرچ کرنے اور روپیہ بہانے کے وعظ تو مسلمانوں کو بہت سنائے جا چکے، اب اس غربت و افلاس کی حالت میں تو ان کو کمانے اور جمع کرنے کے وعظ سنانے چاہییں۔ مگر انہیں معلوم نہیں کہ یہ چیز جس پر وہ ناک بھوں چڑھاتے ہیں، دراصل یہی اسلام کی روح ہے اور مسلمانوں کو جس چیز نے پستی و ذلت کے گڑھے میں گرایا ہے وہ دراصل اسی روح کی کمی ہے۔ مسلمان اس لیے نہیں گرے کہ اس روح نے ان کو گرا دیا، بلکہ اس لیے گرے ہیں کہ یہ روح ان سے نکل گئی ہے۔

آئندہ خطبات میں آپ کو بتاؤں گا کہ زکوٰۃ اور صدقات حقیقت میں ہماری جماعتی زندگی کی جان ہیں، اور ان میں ہمارے لیے آخرت ہی کی نہیں بلکہ دنیا کی بھی ساری نعمتیں جمع کر دی گئی ہیں۔

# اجتماعی زندگی میں زکوٰۃ کا مقام

برادرانِ اسلام! اس سے پہلے دو خطبوں میں آپ کے سامنے زکوٰۃ کی حقیقت بیان کر چکا ہوں۔ اب میں آپ کے سامنے اس کے ایک دوسرے پہلو پر روشنی ڈالوں گا۔

## اللہ کی شانِ کریمی

قرآن مجید میں زکوٰۃ اور صدقات کے لیے جگہ جگہ انفاق فی سبیل اللہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، یعنی ''خدا کی راہ میں خرچ کرنا''۔ بعض بعض مقامات پر یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو کچھ تم راہِ خدا میں صرف کرتے ہو یہ اللہ کے ذمہ قرضِ حسنہ ہے، گویا تم اللہ کو قرض دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارا قرض دار ہو جاتا ہے۔ بکثرت مقامات پر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں جو کچھ دو گے اس کا بدلہ اللہ کے ذمّہ ہے اور وہ صرف اتنا ہی تم کو واپس نہ کرے گا بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ دے گا۔ اس مضمون پر غور کیجیے۔ کیا زمین و آسمان کا مالک، نعوذ باللہ آپ کا محتاج ہے؟ کیا اس ذات پاک کو آپ سے قرض لینے کی ضرورت ہے؟ کیا وہ پادشاہوں کا پادشاہ، وہ بے حد و حساب خزانوں کا مالک، اپنے لیے آپ سے کچھ مانگتا ہے؟ معاذ اللہ۔ اسی کی بخشش پر تو آپ پل رہے ہیں۔ اسی کا دیا ہوا رزق تو آپ کھاتے ہیں۔ آپ میں سے ہر امیر و غریب کے پاس جو کچھ ہے سب اسی کا عطیہ ہے۔ آپ کے ایک فقیر سے لے کر ایک کروڑ پتی اور ارب پتی تک ہر شخص اس کے کرم کا محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اس کو کیا ضرورت کہ آپ سے قرض مانگے اور اپنی ذات کے لیے آپ کے آگے ہاتھ پھیلائے؟ دراصل یہ بھی اس کی شانِ کریمی ہے کہ وہ آپ سے خود آپ ہی کے فائدے کے لیے آپ ہی کی بھلائی کے لیے، آپ ہی کے کام میں خرچ کرنے کو فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ خرچ میری راہ میں ہے، مجھ پر قرض ہے، میرے ذمّہ اس کا بدلہ ہے اور

میں تمہارا احسان مانتا ہوں۔ تم اپنی قوم کے محتاجوں اور مسکینوں کو دو۔ اس کا بدلہ وہ غریب کہاں سے دیں گے، ان کی طرف سے میں دوں گا۔ تم اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد کرو۔ اس کا احسان ان پر نہیں مجھ پر ہے، میں تمہارے اس احسان کو اتاروں گا۔ تم اپنے یتیموں، اپنی بیواؤں، اپنے معذوروں، اپنے مسافروں، اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کو جو کچھ دو اسے میرے حساب میں لکھ لو۔ تمہارا مطالبہ ان کے ذمہ نہیں، میرے ذمہ ہے اور میں اس کو ادا کردوں گا۔ تم اپنے پریشان حال بھائیوں کو قرض دو اور ان سے سود نہ مانگو، ان کو تنگ نہ کرو، اگر وہ ادا کرنے کے قابل نہ ہوں تو ان کو سول جیل نہ بھجواؤ، ان کے کپڑے اور گھر کے برتن فروخت نہ کراؤ، ان کے بال بچوں کو گھر سے بے گھر نہ کردو۔ تمہارا قرض ان کے ذمہ نہیں، میرے ذمہ ہے۔ اگر وہ اصل ادا کردیں گے تو ان کی طرف سے سود میں ادا کروں گا، اور اگر وہ اصل بھی ادا نہ کرسکیں گے تو میں اصل اور سود دونوں تمہیں دوں گا۔ اسی طرح اپنی جماعتی فلاح کے کاموں میں، اپنے ابنائے نوع کی بھلائی اور بہتری کے لیے، جو کچھ تم خرچ کرو گے، اس کا فائدہ اگرچہ تمہی کو ملے گا، مگر اس کا احسان مجھ پر ہوگا۔ میں اس کی پائی پائی منافع سمیت تمہیں واپس دوں گا۔

یہ ہے اس کریموں کے کریم، اس پادشاہوں کے پادشاہ کی شان۔ تمہارے پاس جو کچھ ہے اسی کا بخشا ہوا ہے۔ تم کہیں اور سے نہیں لاتے۔ اسی کے خزانوں سے لیتے ہو، اور پھر جو کچھ دیتے ہو، اس کو نہیں دیتے، اپنے ہی رشتہ داروں، اپنے ہی بھائی بندوں، اپنی ہی قوم کے لوگوں کو دیتے ہو، یا اپنی اجتماعی فلاح پر صرف کرتے ہو جس کا فائدہ آخر کار تم ہی کو پہنچتا ہے۔ مگر اس فیاضِ حقیقی کو دیکھو کہ جو کچھ تم اس سے لے کر اپنوں کو دیتے ہو، اسے وہ فرماتا ہے کہ تم نے مجھے دیا۔ میری راہ میں دیا، مجھے قرض دیا، میں اس کا اجر تمہیں دوں گا۔ اللہ اکبر! خداوند عالم ہی کو یہ شان کریمی زیب دیتی ہے۔ اسی بے نیاز بادشاہ کا یہ مقام ہے کہ فیاضی اور جود و کرم کے اس بلند ترین کمال کا اظہار کرے۔ کوئی انسان اس بلند خیالی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

## انفاق کی تلقین کیوں؟

اچھا اب اس بات پر غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور فیاضی پر ابھارنے کا یہ طریقہ کیوں اختیار فرمایا؟ اس سوال پر جتنا زیادہ آپ غور کریں گے اسی قدر زیادہ آپ پر اسلامی تعلیمات کی

پاکیزگی کا حال کھلے گا، اور آپ کا دل گواہی دیتا چلا جائے گا کہ ایسی بے نظیر تعلیم خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔

## انسان خود غرض واقع ہوا ہے

آپ جانتے ہیں کہ انسان کچھ اپنی فطرت ہی کے لحاظ سے ظلوم وجہول واقع ہوا ہے۔ اس کی نظر تنگ ہے۔ یہ زیادہ دور تک نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا دل چھوٹا ہے۔ زیادہ بڑے اور اونچے خیالات اس میں کم ہی سما سکتے ہیں۔ یہ خود غرض واقع ہوا ہے، اور اپنی غرض کا بھی کوئی وسیع تصوّر اس کے دماغ میں پیدا نہیں ہوتا۔ یہ جلد باز بھی ہے۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط (الانبیاء:۳۷)

یہ ہر چیز کا نتیجہ اور فائدہ جلدی دیکھنا چاہتا ہے اور اسی نتیجہ کو نتیجہ اور اسی فائدے کو فائدہ سمجھتا ہے جو جلدی سے اس کے سامنے آجائے اور اس کو محسوس ہو جائے۔ دوررس نتائج تک اس کی نگاہ نہیں پہنچتی، اور بڑے پیمانے پر جو فائدے حاصل ہوتے ہیں، جن فائدوں کا سلسلہ بہت دور تک چلتا ہے، ان کا ادراک تو اسے مشکل ہی سے ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات ہوتا ہی نہیں۔ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے۔ اور اس کمزوری کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز میں یہ اپنے ذاتی فائدے کو دیکھتا ہے، اور فائدہ بھی وہ جو بہت چھوٹے پیمانے پر ہو۔ جلدی سے حاصل ہو جائے اور اس کو محسوس ہو جائے۔ یہ کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے کمایا ہے، یا جو کچھ مجھے اپنے باپ دادا سے ملا ہے وہ میرا ہے، اس میں کسی کا حصّہ نہیں۔ اس کو میری ضروریات پر، میری خواہشات پر، میری آسائش پر اور میری لذّت نفس ہی پر خرچ ہونا چاہیے، یا کم از کم یہی ہو کہ میرا نام بڑھے، میری شہرت ہو، میری عزّت بڑھے، مجھے کوئی خطاب ملے، اونچی کرسی ملے، لوگ میرے سامنے جھکیں، اور زبانوں پر میرا چرچا ہو۔ اگر ان باتوں میں سے کچھ بھی مجھے حاصل نہیں ہوتا تو آخر میں کیوں اپنا مال اپنے ہاتھ سے دوں؟ قریب میں کوئی یتیم بھوکا مر رہا ہے یا آوارہ پھر رہا ہے تو میں کیوں اس کی خبر گیری کروں؟ اس کا حق اس کے باپ پر تھا، اسے اپنی اولاد کے لیے کچھ چھوڑ کر جانا چاہیے تھا یا انشورنس کرانا چاہیے تھا۔ کوئی بیوہ اگر میرے محلّہ میں مصیبت کے دن کاٹ رہی ہے تو مجھے کیا؟ اس کے شوہر کو اس کی فکر کرنی چاہیے تھی۔ کوئی مسافر اگر بھٹکتا پھر رہا ہے تو مجھ سے کیا

تعلق؟ وہ بیوقوف اپنا انتظام کیے بغیر گھر سے کیوں نکل کھڑا ہوا؟ کوئی شخص اگر پریشان حال ہے تو ہوا کرے، اسے بھی اللہ نے میری ہی طرح ہاتھ پاؤں دیے ہیں، اپنی ضرورتیں اسے خود پوری کرنی چاہییں، میں اس کی کیوں مدد کروں؟ میں اسے دوں گا تو قرض دوں گا اور اصل کے ساتھ سود بھی وصول کروں گا۔ کیوں کہ میرا روپیہ کچھ بیکار تو ہے نہیں۔ میں اس سے مکان بنواتا، یا موٹر خریدتا، یا کسی نفع کے کام پر لگاتا۔ یہ بھی اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ہی اٹھائے گا۔ پھر کیوں نہ میں اس فائدے میں سے اپنا حصّہ وصول کروں؟

## خودغرضانہ ذہنیّت کے نتائج

اس خودغرضانہ ذہنیت کے ساتھ اوّل تو روپے والا آدمی خزانے کا سانپ بن کر رہے گا۔ یا خرچ کرے گا تو اپنے ذاتی فائدے کے لیے کرے گا۔ جہاں اس کو اپنا فائدہ نظر نہ آئے گا وہاں ایک پیسہ بھی اس کی جیب سے نہ نکلے گا۔ اگر کسی غریب آدمی کی اس نے مدد کی بھی تو دراصل اس کی مدد نہ کرے گا، بلکہ اس کو لوٹے گا، اور جو کچھ اسے دے گا اس سے زیادہ وصول کرلے گا۔ اگر کسی مسکین کو کچھ دے گا تو اس پر ہزاروں احسان رکھ کر اس کی آدھی جان نکال لے گا اور اس کی اتنی تذلیل و تحقیر کرے گا کہ اس میں کوئی خودداری باقی نہ رہ سکے گی۔ اگر کسی قومی کام میں حصّہ لے گا تو سب سے پہلے یہ دیکھ لے گا کہ اس میں میرا ذاتی فائدہ کس قدر ہے۔ جن کاموں میں اس کی اپنی ذات کا کوئی فائدہ نہ ہو وہ سب اسی کی مدد سے محروم رہ جائیں گے۔

اس ذہنیت کے نتائج کیا ہیں؟ اس کے نتائج صرف اجتماعی زندگی ہی کے لیے مہلک نہیں ہیں بلکہ آخر کار خود اس شخص کے لیے بھی نقصان دہ ہیں جو تنگ نظری اور جہالت کی وجہ سے اس کو اپنے لیے فائدہ مند سمجھتا ہے۔ جب لوگوں میں یہ ذہنیت کام کر رہی ہو تو تھوڑے اشخاص کے پاس دولت سمٹ سمٹ کر اکٹھی ہوتی چلی جاتی ہے اور بے شمار اشخاص بے وسیلہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دولت مند لوگ روپے کے زور سے روپیہ کھینچتے رہتے ہیں اور غریب لوگوں کی زندگی روز بروز تنگ ہوتی جاتی ہے۔ افلاس جس سوسائٹی میں عام ہو وہ طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہوتی ہے۔ اس کی جسمانی صحت خراب ہوتی ہے۔ اس میں بیماریاں پھیلتی ہیں۔ اس میں کام کرنے اور دولت پیدا کرنے کی قوت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس میں جہالت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اس کے اخلاق گرنے لگتے ہیں۔ وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے جرائم کا ارتکاب

کرنے لگتی ہے اور آخر کار یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ وہ لوٹ مار پر اتر آتی ہے۔ عام بلوے ہوتے ہیں۔ دولت مند لوگ قتل کیے جاتے ہیں۔ ان کے گھر بار لوٹے اور جلائے جاتے ہیں، اور وہ اس طرح تباہ و برباد ہوتے ہیں کہ ان کا نام و نشان تک دنیا میں باقی نہیں رہتا۔

## اجتماع کی فلاح میں فرد کی فلاح ہے

اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہو سکتا ہے کہ درحقیقت ہر شخص کی بھلائی اس جماعت کی بھلائی کے ساتھ وابستہ ہے جس کے دائرے میں وہ رہتا ہے۔ آپ کے پاس جو دولت ہے اگر آپ اس میں سے اپنے دوسرے بھائیوں کی مدد کریں تو یہ دولت چکّر لگاتی ہوئی بہت سے فائدوں کے ساتھ پھر آپ کے پاس پلٹ آئے گی۔ اور اگر آپ تنگ نظری کے ساتھ اس کو اپنے پاس جمع رکھیں گے یا صرف اپنے ہی ذاتی فائدے پر خرچ کریں گے تو یہ بالآخر گھٹتی چلی جائے گی۔ مثال کے طور پر اگر آپ نے ایک یتیم بچّے کی پرورش کی اور اسے تعلیم دے کر اس قابل بنا دیا کہ وہ آپ کی جماعت کا ایک کمانے والا فرد بن جائے تو گویا آپ نے جماعت کی دولت میں اضافہ کیا، اور ظاہر ہے کہ جب جماعت کی دولت بڑھے گی تو آپ، جو جماعت کے ایک فرد ہیں، آپ کو بھی اس دولت میں سے بہر حال حصّہ ملے گا، خواہ آپ کو کسی حساب سے یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ حصّہ آپ کو اس خاص یتیم کی قابلیت سے پہنچا ہے جس کی آپ نے مدد کی تھی۔ لیکن اگر آپ نے خود غرضی اور تنگ نظری سے کام لے کر یہ کہا کہ میں اس کی مدد کیوں کروں، اس کے باپ کو اس کے لیے کچھ نہ کچھ چھوڑنا چاہیے تھا، تو وہ آوارہ پھرے گا، ایک بیکار آدمی بن کر رہ جائے گا۔ اس میں یہ قابلیت ہی پیدا نہ ہو سکے گی کہ اپنی محنت سے جماعت کی دولت میں کوئی اضافہ کرے۔ بلکہ کچھ عجب نہیں کہ وہ جرائم پیشہ بن جائے اور ایک روز خود آپ کے گھر میں نقب لگائے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ نے اپنی جماعت کے ایک شخص کو بیکار اور آوارہ اور جرائم پیشہ بنا کر اس کا ہی نہیں، خود اپنا بھی نقصان کیا۔ اس ایک مثال پر قیاس کر کے آپ ذرا وسیع نظر سے دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جو شخص بے غرضی کے ساتھ جماعت کی بھلائی کے لیے روپیہ صرف کرتا ہے، اس کا روپیہ ظاہر میں تو اس کی جیب سے نکل جاتا ہے، مگر باہر وہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ آخر میں وہ بے شمار فائدوں کے ساتھ اسی کی جیب میں واپس آتا ہے جس سے وہ کبھی

نکلا تھا۔ اور جو شخص خود غرضی اور تنگ نظری کے ساتھ روپے کو اپنے پاس روک رکھتا ہے اور جماعت کی بھلائی پر خرچ نہیں کرتا، وہ ظاہر میں تو اپنا روپیہ محفوظ رکھتا ہے، یا سود کھا کر اسے اور بڑھاتا ہے۔ مگر حقیقت میں اپنی حماقت سے اپنی دولت گھٹاتا ہے اور اپنے ہاتھوں اپنی بربادی کا سامان کرتا ہے۔ یہی راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ (البقرة:۲۷۶)

''اللہ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے''۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○ (الروم: ۳۹)

''تم جو سود دیتے ہو اس غرض کے لیے کہ یہ لوگوں کی دولت بڑھائے، تو دراصل اللہ کے نزدیک اس سے دولت نہیں بڑھتی، البتہ جو زکوٰۃ تم محض خدا کی رضا جوئی کے لیے دو، وہ دوگنی چوگنی ہوتی چلی جاتی ہے۔''

لیکن اس راز کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے میں انسان کی تنگ نظری اور اس کی جہالت مانع ہے۔ یہ محسوسات کا بندہ ہے۔ جو روپیہ اس کی جیب میں ہے اس کو تو یہ دیکھ سکتا ہے کہ اس کی جیب میں ہے۔ جو روپیہ اس کے بہی کھاتے کی رو سے بڑھ رہا ہے، اس کو بھی یہ جانتا ہے کہ واقعی بڑھ رہا ہے، مگر جو روپیہ اس کے پاس سے چلا جاتا ہے اس کو یہ نہیں دیکھ سکتا کہ وہ کہاں بڑھ رہا ہے، کس طرح بڑھ رہا ہے، کتنا بڑھ رہا ہے، اور کب اس کے پاس فائدوں اور منافع کے ساتھ واپس آتا ہے۔ یہ تو بس یہی سمجھتا ہے کہ اس قدر روپیہ میرے پاس سے گیا اور ہمیشہ کے لیے چلا گیا۔

اس جہالت کے بند کو آج تک انسان اپنی عقل یا اپنی کوشش سے نہیں کھول سکا۔ تمام دنیا میں یہی حال ہے۔ ایک طرف سرمایہ داروں کی دنیا ہے جہاں سارے کام سود خواری پر چل رہے ہیں اور دولت کی کثرت کے باوجود روز بروز مصیبتوں اور پریشانیوں میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ایک ایسا گروہ پیدا ہو چکا ہے اور بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ جس کے دل میں حسد کی آگ جل رہی ہے اور جو سرمایہ داروں کے خزانوں پر ڈاکہ مارنے کے ساتھ انسانی تہذیب و تمدّن کی ساری بساط بھی الٹ دینا چاہتا ہے۔

# مشکلات کا حل

اس پیچیدگی کو اس حکیم و دانا ہستی نے حل کیا ہے جس کی کتاب پاک کا نام قرآن ہے۔
اس قفل کی کنجی ایمان باللہ اور ایمان بالیوم الآخر ہے۔ اگر آدمی خدا پر ایمان لے آئے اور یہ جان لے کہ زمین و آسمان کے خزانوں کا اصل مالک خدا ہے، اور انسانی معاملات کا انتظام اصل میں خدا ہی کے ہاتھ میں ہے، اور خدا کے پاس ایک ایک ذرّے کا حساب ہے، اور انسان کی ساری بھلائیوں اور برائیوں کی آخری جزا و سزا ٹھیک حساب کے مطابق آخرت میں ملے گی، تو اس کے لیے یہ بالکل آسان ہو جائے گا کہ اپنی نظر پر بھروسہ کرنے کے بجائے خدا پر بھروسہ کرے اور اپنی دولت کو خدا کی ہدایت کے مطابق خرچ کرے، اور اس کے نفع و نقصان کو خدا پر چھوڑ دے۔
اس ایمان کے ساتھ وہ جو کچھ خرچ کرے گا وہ دراصل خدا کو دے گا۔ اس کا حساب کتاب بھی خدا کے ہی کھاتے میں لکھا جائے گا۔ خواہ دنیا میں کسی کو اس کے احسان کا علم ہو یا نہ ہو، مگر خدا کے علم میں وہ ضرور آئیگا۔ اور خواہ کوئی اس کا احسان مانے یا نہ مانے خدا اس کے احسان کو ضرور مانے اور جانے گا۔ اور خدا کا جب یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ اس کا بدلہ دے گا تو یقین ہے کہ وہ اس کا بدلہ ضرور دے گا، خواہ آخرت میں دے، یا دنیا اور آخرت دونوں میں دے۔

●●●

# انفاق فی سبیل اللہ کے عام احکام

## احکام کی دو قسمیں ـــــ عام اور خاص

برادران اسلام، اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا یہ قاعدہ رکھا ہے کہ پہلے تو نیکی اور بھلائی کے کاموں کا ایک عام حکم دیا جاتا ہے تا کہ لوگ اپنی زندگی میں عموماً بھلائی کا طریقہ اختیار کریں۔ پھر اسی بھلائی کی ایک خاص صورت بھی تجویز کر دی جاتی ہے تا کہ اس کی خاص طور پر پابندی کی جائے۔

## اللہ کی یاد کا عام حکم

مثال کے طور پر دیکھیے، اللہ کی یاد ایک بھلائی ہے، سب سے بڑی بھلائی اور تمام بھلائیوں کا سر چشمہ۔ اس کے لیے عام حکم ہے کہ اللہ کو ہمیشہ ہر حال میں ہر وقت یاد رکھو اور کبھی اس سے غافل نہ ہو:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ج (النساء: ۱۰۳)

"کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کی یاد میں لگے رہو۔"

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o (الانفال: ۴۵)

"اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔"

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ o لا الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا

وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَيَتَفَكَّرُوۡنَ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَاخَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ (آل عمران:۱۹۰،۱۹۱)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں، جو خدا کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے رہتے ہیں اور جو آسمانوں اور زمین کی بناوٹ پر غور کر کے بے اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ پروردگار، تو نے یہ کارخانہ بیکار نہیں بنایا۔''

وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهٗ عَنۡ ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ وَكَانَ اَمۡرُهٗ فُرُطًا ۝ (الکہف:۲۸)

''اور اُس شخص کی بات نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل پایا اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑ گیا ہے اور جس کے سارے کام حد سے گزرے ہوئے ہیں۔''

یہ اور بہت سی ایسی آیات ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ ہمیشہ ہر حال میں خدا کی یاد جاری رکھو، کیونکہ خدا کی یاد ہی وہ چیز ہے جو آدمی کے معاملات کو دُرست رکھتی ہے اور اس کو سیدھے راستے پر قائم رکھتی ہے۔ جہاں آدمی اس کی یاد سے غافل ہوا، اور بس نفسانی خواہشوں اور شیطانی وسوسوں نے اس پر قابو پالیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ راہِ راست سے بھٹک کر اپنی زندگی کے معاملات میں حد سے گزرنے لگے گا۔

## اللہ کی یاد کا خاص حکم

دیکھیے، یہ تو تھا عام حکم۔ اب اسی یادِ الٰہی کی ایک خاص صورت تجویز کی گئی۔ نماز، اور نماز میں بھی پانچ وقت میں چند رکعتیں فرض کر دی گئیں جن میں بیک وقت پانچ دس منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوتے۔ اس طرح چند منٹ اس وقت اور چند منٹ اُس وقت یادِ الٰہی کو فرض کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بس آپ اتنی ہی دیر کے لیے خدا کو یاد کریں اور باقی وقت اس کو بھول جائیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کم از کم اتنی دیر کے لیے تو تم کو بالکل خدا کی یاد میں لگ جانا چاہیے۔ اس کے بعد اپنے کام بھی کرتے رہو اور ان کو کرتے ہوئے خدا کو بھی یاد کرو۔

## انفاق فی سبیل اللہ کا عام حکم

بس ایسا ہی معاملہ زکوٰۃ کا بھی ہے۔ یہاں بھی ایک حکم عام ہے اور ایک خاص۔ ایک طرف تو یہ ہے کہ بخل اور تنگ دلی سے بچو کہ یہ بُرائیوں کی جڑ اور بدیوں کی ماں ہے۔ اپنے اخلاق میں اللہ کا رنگ اختیار کرو جو ہر وقت بے حد وحساب مخلوق پر اپنے فیض کے دریا بہا رہا ہے، حالانکہ کسی کا اس پر کوئی حق اور دعویٰ نہیں ہے۔ راہِ خدا میں جو کچھ خرچ کر سکتے ہو کرو۔ اپنی ضرورتوں سے جتنا بچا سکتے ہو بچاؤ اور اس سے خدا کے دُوسرے ضرورت مند بندوں کی ضرورتیں پوری کرو۔ دین کی خدمت میں اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے میں جان اور مال سے کبھی دریغ نہ کرو۔ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو مال کی محبت کو خدا کی محبت پر قربان کر دو۔ یہ تو ہے عام حکم۔

## انفاق فی سبیل اللہ کا خاص حکم

اور اس کے ساتھ ہی خاص حکم یہ ہے کہ اس قدر مال اگر تمہارے پاس جمع ہو تو اس میں سے کم از کم اتنا خدا کی راہ میں ضرور صرف کرو، اور اتنی پیداوار تمہاری زمین میں ہو تو اس میں سے کم از کم اتنا حصّہ تو ضرور خدا کی نذر کر دو۔ پھر جس طرح چند رکعت نماز فرض کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بس یہ رکعتیں پڑھتے وقت ہی خدا کو یاد کرو اور باقی سارے وقتوں میں اس کو بھول جاؤ، اسی طرح مال کی ایک چھوٹی سی مقدار راہِ خدا میں صرف کرنا جو فرض کیا گیا ہے، اس کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ جن لوگوں کے پاس اتنا مال ہو بس انہی کو راہِ خدا میں صرف کرنا چاہیے، اور جو اس سے کم مال رکھتے ہوں انہیں اپنی مٹھیاں بھینچ لینی چاہییں۔ اور اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ مالدار لوگوں پر جتنی زکوٰۃ فرض کی گئی ہے بس وہ اتنا ہی خدا کی راہ میں صرف کریں، اور اس کے بعد کوئی ضرورت مند آئے تو اسے جھڑک دیں۔ یا دین کی خدمت کا کوئی موقع آئے تو کہہ دیں کہ ہم تو زکوٰۃ دے چکے۔ اب ہم سے ایک پائی کی بھی اُمید نہ رکھو۔ زکوٰۃ فرض کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ کم از کم اتنا مال تو ہر مال دار کو راہِ خدا میں دینا ہی پڑے گا، اور اس سے زیادہ جس شخص سے جو کچھ بن آئے وہ اس کو صرف کرنا چاہیے۔

## انفاق کے عام حکم کی مختصر تشریح

اب میں آپ کے سامنے پہلے عام حکم کی تھوڑی سی تشریح کروں گا، پھر دُوسرے خطبے میں خاص حکم بیان کروں گا۔

قرآن مجید کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ جس چیز کا حکم دیتا ہے اس کی حکمتیں اور مصلحتیں بھی خود ہی بتا دیتا ہے، تا کہ محکوم کو حکم کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ حکم کیوں دیا گیا ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے۔ قرآن مجید کھولتے ہی سب سے پہلے جس آیت پر آپ کی نظر پڑتی ہے وہ یہ ہے:

## سیدھے راستے پر چلنے کی تین شرطیں

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَارَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۙ

(البقرة: ۲، ۳)

"یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، اس میں کوئی شک نہیں، یہ ان پرہیزگار لوگوں کو زندگی کا سیدھا راستہ بتاتا ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

اس آیت میں یہ اصل الاصول بیان کر دیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں سیدھے راستے پر چلنے کے لیے تین چیزیں لازمی طور پر شرط ہیں:

- ایک ایمان بالغیب[1]
- دوسرے نماز قائم کرنا۔

تیسرے جو رزق بھی اللہ نے دیا ہو اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرنا۔

دُوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ (آل عمران: ۹۲)

"تم نیکی کا مقام پا ہی نہیں سکتے جب تک کہ خدا کی راہ میں وہ چیزیں نہ خرچ کرو جن سے تم کو محبت ہے۔"

پھر فرمایا:

---

[1] جس میں خدا اور آخرت اور وحی، سب ہی امورِ غیب پر ایمان لانا شامل ہے۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج(البقرۃ:۲۶۸)

''شیطان تم کو ڈراتا ہے کہ خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے وہ تمہیں شرمناک چیز یعنی بخیلی کی تعلیم دیتا ہے۔''

اِس کے بعد ارشاد ہوا:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ صلے
(البقرۃ: ۱۹۵)

''اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں)۔

آخر میں فرمایا:

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ع (الحشر:۹)

''اور جو تنگ دلی سے بچ گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

## زندگی بَسر کرنے کے دو طریقے

ان سب آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں انسان کے لیے زندگی بَسر کرنے کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ تو خدا کا ہے جس میں نیکی اور بھلائی اور فلاح اور کامیابی ہے، اور اس راستے کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی کا دل کھلا ہوا ہو، جو رزق بھی تھوڑا یا بہت اللہ نے دیا ہو اس سے خود اپنی ضرورتیں بھی پوری کرے، اپنے بھائیوں کی بھی مدد کرے، اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے بھی خرچ کرے۔ دوسرا راستہ شیطان کا ہے، جس میں بظاہر تو آدمی کو فائدہ ہی فائدہ نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں، اور اس راستہ کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی دولت سمیٹنے کی کوشش کرے، پیسے پیسے پر جان دے اور اس کو دانتوں سے پکڑ پکڑ کر رکھے تاکہ خرچ نہ ہونے پائے اور خرچ ہو بھی تو بس اپنے ذاتی فائدے اور اپنے نفس کی خواہشات ہی پر ہو۔

## خُدا کی راہ میں خرچ کے طریقے

اب دیکھیے کہ خدائی راستہ پر چلنے والوں کے لیے راہِ خدا میں خرچ کرنے کے کیا طریقے بیان ہوئے ہیں ان سب کو نمبر وار بیان کرتا ہوں:

## ۱- صرف خدا کی خوشنودی کے لیے

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ خرچ کرنے میں صرف خدا کی رضا اور اُس کی خوشنودی مطلوب ہو، کسی کو احسان مند بنانے یا دنیا میں نام پیدا کرنے کے لیے خرچ نہ کیا جائے۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ط (البقرۃ: ۲۷۲)

"تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو اس سے اللہ کی رضا کے سوا تمہارا اور کوئی مقصود نہیں ہوتا۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى لا كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ط (البقرۃ: ۲۶۴)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور اذیت دے کر اس شخص کی طرح ضائع نہ کر دو جو لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے خرچ کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک چٹان پر مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برسے تو ساری مٹی بہہ جائے اور بس صاف چٹان کی چٹان رہ جائے۔"

## ۲- احسان نہ جتایا جائے

دُوسری بات یہ ہے کہ کسی کو پیسہ دے کر یا روٹی کھلا کر یا کپڑا پہنا کر احسان نہ جتایا جائے اور ایسا برتاؤ نہ کیا جائے جس سے اس کے دل کو تکلیف ہو۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لا لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ط (البقرۃ: ۲۶۲،۲۶۳)

"جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور پھر خرچ کر کے احسان نہیں جتاتے اور تکلیف نہیں پہنچاتے، ان کے لیے خدا کے ہاں اجر ہے اور انہیں کسی نقصان کا خوف یا رنج نہیں۔ رہی وہ خیرات جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے، تو اس سے تو یہی بہتر ہے کہ سائل کو نرمی سے ٹال دیا جائے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ بھائی معاف کرو۔"

### ۳-بہتر مال دیا جائے

تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں اچھا مال دیا جائے، برا چھانٹ کر نہ دیا جائے۔ جو لوگ کسی غریب کو دینے کے لیے پھٹے پرانے کپڑے تلاش کرتے ہیں، یا کسی فقیر کو کھلانے کے لیے بدتر سے بدتر کھانا نکالتے ہیں، ان کو بس ایسے ہی اجر کی خدا سے بھی توقع رکھنی چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ.

(البقرۃ:۲۶۷)

''اے ایمان لانے والو، جو کچھ تم نے کمایا ہے اور جو کچھ ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے اچھا مال خدا کی راہ میں دو۔ یہ نہ کرو کہ خدا کی راہ میں دینے کے لیے برے سے برا تلاش کرنے لگو۔''

### ۴-حتی الامکان چھپا کر دیا جائے

چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو چھپا کر خرچ کیا جائے تاکہ ریا اور نمود کی آمیزش نہ ہونے پائے۔ اگرچہ کھلے طریقہ سے خرچ کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، مگر ڈھانک چھپا کر دینا زیادہ بہتر ہے۔

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ

(البقرۃ:۲۷۱)

''اگر کھلے طریقہ سے خیرات کرو تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر چھپا کر غریب لوگوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور اس سے تمہارے گناہ دھلتے ہیں۔''

### ۵-نادانوں کو ضرورت سے زیادہ نہ دیا جائے

پانچواں قاعدہ یہ ہے کہ کم عقل اور نادان لوگوں کو ان کی ضرورت سے زیادہ نہ دیا جائے کہ بگڑ جائیں اور بری عادتوں میں پڑ جائیں، بلکہ ان کو جو کچھ دیا جائے ان کی حیثیت کے مطابق دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ پیٹ کو روٹی اور پہننے کو کپڑا تو ہر برے سے برے اور بدکار سے بدکار کو بھی ملنا چاہیے، مگر شراب نوشی اور چانڈو اور گانجے اور جوئے بازی کے لیے لفنگے آدمیوں کو

پیسہ نہ دینا چاہیے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ. (النساء:۵)

''اپنے اموال جن کو اللہ نے تمہارے لیے زندگی بسر کرنے کا ذریعہ بنایا ہے، نادان لوگوں کے حوالہ نہ کرو۔ البتہ ان اموال میں سے ان کو کھانے اور پہننے کے لیے دو۔''

## ۶۔ مقروض کو پریشان نہ کیا جائے

چھٹا قاعدہ یہ بیان ہوا ہے کہ اگر کسی غریب آدمی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اس کو قرضِ حسن دیا جائے تو تقاضے کر کے اسے پریشان نہ کیا جائے بلکہ اس کو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ آسانی سے اَدا کر سکے۔ اور اگر واقعی یہ معلوم ہو کہ وہ ادا کرنے کے قابل نہیں ہے اور تم اتنا مال رکھتے ہو کہ اس کو آسانی کے ساتھ معاف کر سکتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ معاف کر دو۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ:۲۸۰)

''اور اگر قرضدار تنگ دست ہو تو اسے خوشحال ہونے تک مہلت دو۔ اور صدقہ کر دینا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم اس کا فائدہ جانو۔''

## ۷۔ خیرات میں اعتدال

ساتواں قاعدہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ آدمی کو خیرات کرنے میں بھی حد سے نہ گزرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر سب کچھ خیرات میں دے ڈالا جائے، بلکہ وہ چاہتا ہے کہ سیدھے سادھے طریقہ سے زندگی بسر کرنے کے لیے جتنی ضرورت انسان کو ہوتی ہے اتنا اپنی ذات پر اور اپنے بال بچوں پر صرف کرے اور جو باقی بچے اسے خدا کی راہ میں دے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۵ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ (البقرۃ:۲۱۹)

''پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ اے نبیؐ، کہہ دو کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔''

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (الفرقان:۶۷)

''اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب خرچ کریں تو نہ فضول خرچی کریں، اور نہ بہت تنگی کرجائیں بلکہ ان کا طریقہ ان دونوں انتہاؤں کے بیچ میں ہو۔''

وَلَا تَجۡعَلۡ یَدَکَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا کُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ○ (بنی اسرائیل: ۲۹)

''نہ تو اپنا ہاتھ اتنا سکیڑ لو کہ گویا گردن سے بندھا ہوا ہے اور نہ اتنا کھول دو کہ حسرت زدہ بیٹھے رہو اور لوگ بھی تم کو ملامت کریں۔''

## امداد کے مستحقین

آخر میں یہ بھی سُن لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے مستحقین کی پوری فہرست بتادی ہے جس کو دیکھ کر آپ کو معلوم ہوسکتا ہے کہ کون کون لوگ آپ کی مدد کے مستحق ہیں اور کن کا حق اللہ نے آپ کی کمائی میں رکھا ہے:

وَاٰتِ ذَا الۡقُرۡبٰی حَقَّهٗ وَالۡمِسۡکِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ

(بنی اسرائیل: ۲۶)

''اپنے غریب رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو۔''

واٰتَی الۡمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَابۡنَ السَّبِیۡلِ ۙ وَالسَّآئِلِیۡنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ

(البقرۃ: ۱۷۷)

''اور نیک وہ ہے جو خدا کی محبت میں مال دے اپنے غریب رشتہ داروں کو اور یتیموں اور مسکینوں کو اور مسافر کو اور ایسے لوگوں کو جن کی گردنیں غلامی اور اسیری میں پھنسی ہوئی ہوں۔''

وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ (النساء: ۳۶)

''نیک سلوک کیا جائے اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں سے اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور

اپنے لونڈی غلاموں سے۔"

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ○ (الدھر:۸-۱۰)

"اور نیک لوگ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تم کو محض خدا کے لیے کھلا رہے ہیں۔ تم سے کوئی بدلہ یا شکریہ نہیں چاہتے۔ ہم کو تو اپنے خدا سے اُس دن کا ڈر لگا ہوا ہے جس کی شدّت کی وجہ سے لوگوں کے منہ سکو جائیں گے اور تیوریاں چڑھ جائیں گی (یعنی قیامت)۔"

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (الذّٰریٰت:۱۹)

"اور ان کے مالوں میں حق ہے مدد مانگنے والوں کا اور اُس شخص کا جو محروم ہو۔"

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَايَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ج لَايَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَّمَاتُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ:۲۷۳)

"خیرات ان حاجت مندوں کے لیے ہے جو اپنا سارا وقت خدا کے کام میں دے کر ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی روٹی کمانے کے لیے دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خودداری کو دیکھ کر ناواقف لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ غنی ہیں مگر ان کی صورت دیکھ کر تم پہچان سکتے ہو کہ ان پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر مانگتے پھریں۔ جو کچھ بھی تم خیرات دو گے اللہ کو اس کی خبر ہوگی، اور وہ اس کا بدلہ دے گا۔"

# زکوٰۃ کے خاص اَحکام

برادرانِ اسلام، پچھلے خطبے میں آپ کے سامنے انفاق فی سبیل اللہ (یعنی راہِ خدا میں خرچ کرنے) کے عام احکام بیان کر چکا ہوں۔ اب میں اس حکم کے دوسرے حصے کی تفصیلات بیان کرتا ہوں جو زکوٰۃ سے متعلق ہے، یعنی جسے فرض کیا گیا ہے۔

## زکوٰۃ کے متعلّق تین اَحکام

زکوٰۃ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تین جگہ الگ الگ احکام بیان فرمائے ہیں:

(۱) سُورۂ بقرہ میں فرمایا:

اَنفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص (البقرۃ: ۲۶۷)

''جو پاک مال تم نے کمائے ہیں اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو۔''

(۲) اور سُورۂ انعام میں فرمایا کہ ہم نے تمہارے لیے زمین سے باغ اُگائے ہیں اور کھیتیاں پیدا کی ہیں لہٰذا:

کُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ صلے (الانعام: ۱۴۱)

''اس کی پیداوار جب نکلے تو اس میں سے کھاؤ اور فصل کٹنے کے دن اللہ کا حق نکال دو۔''

یہ دونوں آیتیں زمین کی پیداوار کے متعلق ہیں، اور فقہائے حنفیہ فرماتے ہیں خود رَو پیداوار مثلاً لکڑی اور گھانس اور بانس کے سوا باقی جتنی چیزیں غلّہ، ترکاری، اور پھلوں کی قسم سے

نکلیں ان سب میں سے اللہ کا حق نکالنا چاہیے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو پیداوار آسمانی بارش سے ہو اس میں اللہ کا حق دسواں حصہ ہے اور جو پیداوار انسان کی اپنی کوشش یعنی آبپاشی سے ہو اس میں اللہ کا حق بیسواں حصہ ہے۔ اور یہ حصہ پیداوار کٹنے کے ساتھ ہی واجب ہو جاتا ہے۔

(۳) اس کے بعد سورۂ توبہ میں آتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۚ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (التوبة: ۳۴، ۳۵)

"جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس میں سے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دو۔ اس دن کے عذاب کی جب اُن کے اس سونے اور چاندی کو آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور پیٹھوں پر داغا جائیگا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ مال جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ اب اپنے ان خزانوں کا مزہ چکھو۔"

پھر فرمایا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (التوبة: ۶۰)

"صدقات (یعنی زکوٰۃ) اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فرض ہے فقراء کے لیے اور مساکین کے لیے اور اُن لوگوں کے لیے جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہیں اور اُن کے لیے جن کی تالیفِ قلب منظور ہو اور گردنیں چھڑانے کے لیے اور قرض داروں کے لیے اور راہِ خدا میں اور مسافروں کے لیے، اللہ بہتر جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

اس کے بعد فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا.

(التوبة: ۱۰۳)

"ان کے مالوں میں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کو پاک اور صاف کر دو۔"

ان تینوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ جو مال جمع کیا جائے اور بڑھایا جائے، اور اس میں سے راہِ خدا میں صرف نہ کیا جائے وہ ناپاک ہوتا ہے۔ اس کے پاک کرنے کی صورت صرف یہ ہے کہ اس میں سے خدا کا حق نکال کر اس کے بندوں کو دیا جائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب سونا اور چاندی جمع کرنے والوں پر عذاب کی دھمکی آئی تو مسلمان سخت پریشان ہوئے۔ کیوں کہ اس کے معنی یہ ہوتے تھے کہ ایک درہم بھی اپنے پاس نہ رکھو، سب خرچ کر ڈالو۔ آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قوم کی پریشانی کا حال عرض کیا۔ آپؐ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو تم پر اسی لیے فرض کیا ہے کہ باقی اموال تمہارے لیے پاک ہو جائیں۔

ایسی ہی روایت حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تو نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال دی تو جو حق تجھ پر واجب تھا وہ ادا ہو گیا۔

آیاتِ مذکورۂ بالا میں تو صرف زمین کی پیداوار اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا حکم ملتا ہے۔ لیکن احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تجارتی مال، اونٹ، گائے اور بکریوں میں بھی زکوٰۃ ہے۔

## چند اشیاء کا نصابِ زکوٰۃ

- چاندی کا نصاب دوسو درہم یعنی ۵۲½ تولہ کے قریب ہے۔
- سونے کا نصاب ۷½ تولہ۔
- اونٹ کا نصاب ۵ اونٹ۔
- بکریوں کا نصاب ۴۰ بکریاں۔
- گائے کا نصاب ۳۰ گائیں۔
- اور تجارتی مال کا نصاب ۵۲½ تولے چاندی کے بقدر مالیت۔

جس شخص کے پاس اتنا مال موجود ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا نکالنا واجب ہے۔ چاندی اور سونے کے متعلق حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ دونوں الگ الگ بقدرِ نصاب نہ ہوں لیکن دونوں مل کر کسی ایک کے نصاب کی حد تک ان کی قیمت پہنچ جائے تو ان میں سے بھی زکوٰۃ نکالنی واجب ہے۔

## زیورات پر زکوٰۃ

سونا اور چاندی اگر زیور کی صورت میں ہوں تو حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک ان کی زکوٰۃ اَدا کرنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے یہی قول لیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کے ہاتھ میں سونے کے کنگن دیکھے اور پوچھا کہ کیا تم زکوٰۃ نکالتی ہو؟ ایک نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تو اسے پسند کرے گی کہ قیامت کے روز اس کے بدلے آگ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں؟ اسی طرح حضرت اُمّ سلمہؓ سے مروی ہے کہ میرے پاس سونے کی پازیب تھی۔ میں نے حضورؐ سے پوچھا کیا یہ کنز ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس میں سونے کی مقدار نصابِ زکوٰۃ تک پہنچتی ہے اور اس میں سے زکوٰۃ نکال دی گئی ہے تو یہ کنز نہیں ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سونا چاندی اگر زیور کی شکل میں ہوں تب بھی اُسی طرح زکوٰۃ فرض ہے جس طرح نقد کی صورت میں ہونے پر ہے۔ البتہ جواہر اور نگینوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

## زکوٰۃ کے آٹھ مستحقین

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ حق دار بیان کیے گئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

### ۱۔ فُقراء

یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس کچھ نہ کچھ مال تو ہے مگر ان کی ضرورت کے لیے کافی نہ ہو۔ تنگ دستی میں گزر بَسر کرتے ہوں اور کسی سے مانگتے نہ ہوں۔ امام زُہریؒ، امام ابوحنیفہؒ، ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، ابوالحسن کرخیؒ اور دوسرے بزرگوں نے فقیر کی یہی تعریف فرمائی ہے۔

### ۲۔ مَساکین

یہ بہت ہی تباہ حال لوگ ہیں جن کے پاس اپنے تن کی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی کچھ نہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے لوگوں کو بھی مساکین میں شمار فرماتے ہیں جو کمانے کی طاقت رکھتے ہوں مگر اُنہیں روزگار نہ ملتا ہو۔

## ۳- عاملین علیہا

ان سے مُراد وہ لوگ ہیں جنہیں اسلامی حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کرے۔ ان کو زکوٰۃ کی مد سے تنخواہ دی جائے گی۔

## ۴- مؤلفۃ القلوب

ان سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کو اسلام کی حمایت کے لیئے، یا اسلام کی مخالفت سے روکنے کے لیے روپیہ دینے کی ضرورت پیش آئے۔ نیز ان میں وہ نومسلم بھی داخل ہیں جنہیں مطمئن کرنے کی ضرورت ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی کافر قوم کو چھوڑ کر مُسلمانوں میں آ ملنے کی وجہ سے بے روزگار یا تباہ حال ہو گیا ہو تب تو اس کی مدد کرنا مُسلمانوں پر ویسے ہی فرض ہے۔ لیکن اگر وہ مالدار ہو تب بھی اُسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے تا کہ اس کا دل اسلام پر جم جائے۔ جنگِ حُنین کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے مالِ غنیمت میں سے نومسلموں کو بہت مال دیا، حتٰی کہ ایک شخص کے حصّہ میں سو سو اونٹ آئے۔ انصار نے اس کی شکایت کی تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ ابھی ابھی کفر سے اسلام میں آئے ہیں۔ میں ان کے دل کو خوش کرنا چاہتا ہوں۔ اسی بنا پر امام زُہریؒ نے مولفۃ القلوب کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ ”جو عیسائی یا یہودی یا غیر مسلم اسلام میں داخل ہوا ہو اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔“ [۱]

## ۵- فی الرّقاب

اس سے مطلب یہ ہے کہ جو شخص غلامی کے بند سے چھوٹنا چاہتا ہو اس کو زکوٰۃ دی جائے تا کہ وہ اپنے مالک کو روپیہ دے کر اپنی گردن غلامی سے چھڑوا لے۔ آج کل کے زمانہ میں غلامی کا رواج نہیں ہے۔ اس لیے میرا خیال ہے کہ جو لوگ جرمانہ ادا نہ کرسکنے کی وجہ سے قید بھگت رہے ہوں اُن کو زکوٰۃ دے کر رہائی حاصل کرنے میں مدد دی جاسکتی ہے۔ یہ بھی فی الرقاب کی تعریف میں آ جاتا ہے۔

## ۶- الغارمین

ان سے مُراد وہ لوگ ہیں جو قرضدار ہوں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی کے پاس ہزار

---

[۱] اس مسئلے میں جو فقہی بحثیں پیدا ہوتی ہیں ان پر گفتگو کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے، ان پر ہم نے اپنی کتاب تفہیم القرآن جلد دوم میں بسلسلۂ تفسیر سورۂ توبہ مفصل کلام کیا ہے۔

روپیہ ہو اور وہ سو روپے کا قرضدار ہو تو بھی اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس پر اتنا قرض ہو کہ اسے اُدا کرنے کے بعد اس کے پاس مقدار نصاب سے کم مال بچتا ہو اُسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ فقہائے کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی فضول خرچیوں اور بدکاریوں کی وجہ سے قرضدار ہوا ہو اُس کو زکوٰۃ دینا مکروہ ہے۔ کیوں کہ پھر وہ اس بھروسے پر اور زیادہ جرأت کے ساتھ بدکاریاں اور فضول خرچیاں کرے گا کہ زکوٰۃ لے کر قرض ادا کر دُوں گا۔

## ۷۔ فی سبیل اللہ

یہ عام لفظ ہے جو تمام نیک کاموں پر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن خاص طور پر اس سے مُراد دینِ حق کا جھنڈا بلند کرنے کی جدوجہد میں مدد کرنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ زکوٰۃ لینا کسی مالدار آدمی کے لیے جائز نہیں۔ لیکن اگر مالدار آدمی جہاد کے لیے مدد کا حاجت مند ہو تو اُسے زکوٰۃ دینی چاہیے۔ اس لیے کہ ایک شخص اپنی جگہ مالدار سہی لیکن جہاد کے لیے جو غیر معمولی مصارف ہوتے ہیں اُن کو وہ محض اپنے مال سے کس طرح پورا کر سکتا ہے۔ اس کام میں زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنی چاہیے۔

## ۸۔ ابنُ السّبیل ـــــ یعنی مُسافر

اگرچہ مسافر کے پاس اس کے وطن میں کتنا ہی مال ہو لیکن حالتِ مُسافرت میں اگر وہ محتاج ہے تو اُسے زکوٰۃ دینی چاہیے۔

## زکوٰۃ کسے دی جائے اور کسے نہ دی جائے؟

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ یہ آٹھ گروہ جو بیان ہوئے ہیں ان میں سے کس شخص کو کس حال میں زکوٰۃ دینی چاہیے اور کس حال میں نہ دینی چاہیے۔ اس کی بھی تھوڑی سی تفصیل آپ کے سامنے بیان کر دیتا ہوں۔

(۱) کوئی شخص اپنے باپ یا اپنے بیٹے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ اس میں فقہاء کا اتفاق ہے۔ بعض فقہاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسے قریبی عزیزوں کو زکوٰۃ نہیں دینی چاہیے جن کا نفقہ تم پر واجب ہو یا جو تمہارے شرعی وارث ہوں، البتہ دور کے عزیز زکوٰۃ کے حقدار ہیں۔ بلکہ دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں۔ مگر امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ نکال کر اپنے ہی عزیزوں کو نہ ڈھونڈتے پھرو۔

(۲) زکوٰۃ صرف مسلمان کا حق ہے، غیر مسلم کا حق نہیں ہے۔

حدیث میں زکوٰۃ کی تعریف یہ آئی ہے کہ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَاءِکُمْ وَتُرَدُّ فِیْ فُقَرَاءِکُمْ۔ ''یعنی وہ تمہارے مالداروں سے لی جائے گی اور تمہارے ہی فقیروں میں تقسیم کردی جائے گی۔''

البتہ غیر مسلم کو عام خیرات میں سے حصّہ دیا جاسکتا ہے، بلکہ عام خیرات میں یہ تمیز کرنا اچھا نہیں ہے کہ مسلمان کو دی جائے اور کوئی غیر مسلم مدد کا محتاج ہو تو اس سے ہاتھ روک لیا جائے۔

(۳) امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر بستی کی زکوٰۃ اُسی بستی کے غریبوں میں صرف ہونی چاہیے۔ ایک بستی سے دوسری بستی میں بھیجنا اچھا نہیں ہے۔ اِلّا یہ کہ وہاں کوئی حقدار نہ ہو یا دوسری جگہ کوئی ایسی مصیبت آ گئی ہو کہ دُور و نزدیک کی بستیوں سے مدد پہنچنی ضروری ہو، جیسے سیلاب یا قحط وغیرہ۔ قریب قریب یہی رائے امام مالکؒ اور امام سفیان ثوریؒ کی بھی ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ زکوٰۃ بھیجنا ناجائز ہے۔

(۴) بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ جس شخص کے پاس دو وقت کے کھانے کا سامان ہو اُسے زکوٰۃ نہ لینی چاہیے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ جس کے پاس دس روپے، اور بعض فرماتے ہیں کہ جس کے پاس ۱۲ ۱/۲ روپے موجود ہوں اُسے زکوٰۃ نہ لینی چاہیے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور تمام حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ جس کے پاس پچاس روپے سے کم ہوں وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ اس میں مکان اور گھر کا سامان اور گھوڑا اور خادم شامل نہیں ہیں۔ یعنی یہ سب سامان رکھتے ہوئے بھی جو شخص پچاس روپے سے کم مال رکھتا ہو وہ زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے۔ اس معاملہ میں ایک چیز تو ہے قانون، اور دوسری چیز ہے درجۂ فضیلت، ان دونوں میں فرق ہے۔ درجۂ فضیلت تو یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص صبح و شام کی روٹی کا سامان رکھتا ہو وہ اگر سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اپنے حق میں آگ جمع کرتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ ایک شخص لکڑیاں کاٹے اور اپنا پیٹ بھرے بہ نسبت اس کے کہ سوال کے لیے ہاتھ پھیلاتا پھرے۔ تیسری حدیث میں ہے کہ جس کے پاس کھانے کو ہو یا جو کمانے کی طاقت رکھتا ہو اس کا یہ کام نہیں ہے کہ زکوٰۃ لے۔ لیکن یہ اولوالعزمی کی تعلیم ہے۔ رہا قانون تو اس میں ایک آخری حد بتانی ضروری ہے کہ کہاں تک آدمی زکوٰۃ لینے کا حقدار ہو سکتا ہے۔ سو وہ دوسری حدیثوں میں ملتا

ہے۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا کہ

لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَّاِنْ جَاءَ عَلَى الفَرَسِ۔ ''یعنی سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار'' آیا ہو۔

ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کیا کہ میرے پاس دس روپے ہیں، کیا میں مسکین ہوں؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔

ایک مرتبہ دو آدمیوں نے آ کر حضورؐ سے زکوٰۃ مانگی۔ آپؐ نے نظر اُٹھا کر انہیں غور سے دیکھا، پھر فرمایا، اگر تم لینا چاہتے ہو تو میں دے دوں گا لیکن اس مال میں غنی اور کمانے کے قابل ہٹے کٹے لوگوں کا حصّہ نہیں ہے۔

ان سب احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بقدرِ نصاب مال سے کم رکھتا ہو وہ فقراء کے ذیل میں آ جاتا ہے اور اُسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ زکوٰۃ لینے کا حق دراصل اصلی حاجت مندوں ہی کو پہنچتا ہے۔

## زکوٰۃ کے لیے اجتماعی نظام کی ضرورت

زکوٰۃ کے ضروری احکام مَیں نے بیان کردیے ہیں۔ لیکن ان سب کے ساتھ ایک اہم اور ضروری چیز اور بھی ہے جس کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور مسلمان آج کل اس کو بھول گئے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اسلام میں تمام کام نظامِ جماعت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ انفرادیت کو اسلام پسند نہیں کرتا۔ آپ مسجد سے دُور ہوں اور الگ نماز پڑھ لیں تو ہوجائے گی، مگر شریعت تو یہی چاہتی ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اسی طرح نظامِ جماعت نہ ہو تو الگ الگ زکوٰۃ نکالنا اور خرچ کرنا بھی صحیح ہے، لیکن کوشش یہی ہونی چاہیے کہ زکوٰۃ کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے تاکہ وہاں سے وہ ایک ضابطہ کے ساتھ خرچ ہو۔ اسی چیز کی طرف قرآن مجید میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔

مثلاً فرمایا خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپؐ ان سے زکوٰۃ وصول کریں، مُسلمانوں سے یہ نہیں فرمایا کہ تم زکوٰۃ نکال کر الگ الگ خرچ کردو۔

اسی طرح عاملینِ زکوٰۃ کا حق مقرر کرنے سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا صحیح

طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا امام اس کو باقاعدہ وصول کرے اور باقاعدہ خرچ کرے۔

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**اُمِرْتُ اَنْ اٰخُذَ الصَّدَقَةَ مِنْ اَغْنِیَاءِكُمْ وَاَرُدَّهَا فِیْ فُقَرَاءِكُمْ.**

''یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمہارے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کروں اور تمہارے فُقراء میں تقسیم کردوں۔''

اسی طریقے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا عمل بھی تھا۔ تمام زکوٰۃ حکومتِ اسلامی کے کارکن جمع کرتے تھے اور مرکز کی طرف سے اس کو تقسیم کیا جاتا تھا۔ آج اگر اسلامی حکومت نہیں ہے اور زکوٰۃ جمع کر کے باضابطہ تقسیم کرنے کا انتظام بھی نہیں ہے تو آپ علیٰحدہ علیٰحدہ اپنی زکوٰۃ نکال کر شرعی مصارف میں خرچ کر سکتے ہیں، مگر تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کے لیے ایک اجتماعی نظام بنانے کی فکر کریں، کیوں کہ اس کے بغیر زکوٰۃ کی فرضیت کے فوائد ادھورے رہ جاتے ہیں۔